مذاہبِ عالم کے نام

از مولانا عبدالحق ودیارتھی

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" (3:19)

"ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ" (22:78)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے" اور "اس نے تمہارا نام مسلم رکھا"۔ کائنات کی نمود سے پہلے ہر چیز کے نام کا تخیل وجود پذیر ہوا۔ جب کچھ نہ تھا تو اس کا نام بھی کچھ نہ تھا۔ ہستی کے وجود میں آنے سے قبل اس کے نام کا تصور پیدا ہو چکا تھا۔ شاید اسی لئے بسم اللہ میں اسم (نام) کو لفظ اللہ پر تقدم حاصل ہے یعنی اسم پہلے ہے اور اللہ بعد میں کیونکہ کسی شے کے تصور سے پہلے نام کا تصور ضروری ہے۔

دنیا میں مذاہب بے شمار ہیں اور ان کے نام بھی اسی لحاظ سے بے شمار ہیں۔ اگر ہر ایک سچا دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جیسا کہ قرآن مجید اور اسلام کا مسلمہ اصول ہے تو اس دین کا نام بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ بلاشبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین کامل اسلام ہے تاہم اس سے پہلے کے دین اسی کمال کے اجزاء اور اعضاء ہوں گے۔ شروع دنیا سے دین انبیاء کی معرفت نازل ہوتا رہا۔ اگر ان کے نام بھی الگ الگ اور متفرق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھے جاتے رہے تو یہ ایک متفرق گلہ ہوگا جس میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے گروہ ہوں گے۔ مندرجہ عنوان آیت ایک فیصلہ کن آیت ہے اور قرآن مجید میں بالتصریح ہر نبی اور اس کے ماننے والوں کا مذہب اسلام بتایا گیا ہے اللہ کے کلام پاک نے شروع سے لے کر آخر تک یعنی جناب مسیح علیہ السلام کے حواریوں تک کا مذہب وَاشْھَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (5:111) تو گواہ رہ ہم مسلمان ہیں۔ بتایا ہے۔ اس حقیقت کو جو قرآن

مجید نے بیان کی ہم مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن کیا دنیا کے دوسرے مذاہب بھی اسے ماننے کے لئے تیار ہیں؟ یہ ایک قسم کا اکراہ اور جبر ہوگا کہ ہم اس حقیقت کے قبول کرنے پر انہیں مجبور کریں سوائے اس صورت کے کہ ان کے اپنے مذاہب کی بناء پر انہیں قائل کریں۔ اس صورت میں ان کا اپنا مذہب اور ان کی عقل انہیں خود مجبور کرے گی، دین اور مذہب کی سند بالخصوص اس دین کی جس کے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں۔ انہیں جبراً اور قہراً تسلیم کرنی ہی پڑے گی۔ وہ جبر اور اکراہ جو شریعت کی بناء پر ہو یا عقل اسے ضروری قرار دے فی الحقیقت جبر نہیں کہلاتا۔ آپ کی طبیعت عمل جراحی یا آپریشن کو دل سے نہیں چاہتی لیکن عقل اور ڈاکٹر اسے ضروری قرار دیتا ہے بہر حال آپ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ کسی دھرم اور مذہب کے احکامات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں ان کے سامنے سر جھکا دینا دھرماتما لوگوں کا کرتویّہ (فرض) ہے۔

نام کے متعلق ایک غلطی کی اصلاح

انگلستان کے مشہور خداوندِ ادب شیکسپیئر (Shakespeare) نے لکھا ہے:۔

> ''نام میں کیا ہے۔ گلاب کے پھول کا کوئی سا بھی نام رکھ دو، وہ رُوح پرور خوشبو ہی دے گا''۔

اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ ایک بُری شئے کا اچھا نام رکھ دو، اس سے اس کی برائی جاتی نہ رہے گی۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اچھا نام مسمی کی اچھائی کی جزوی دلیل ہے کہ اس میں اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی، کی تمیز اور احساس باقی ہے۔ ہر شخص اچھے نام کو اچھا اور بُرے نام کو بُرا سمجھتا ہے اور بعض اوقات اچھے نام کی خاطر مال و دولت اور جان کی قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچھے نام لاکھوں روپیہ قیمت پر بکتے ہیں اور کبھی یوں

بھی ہوتا ہے کہ بدکام سے بدنام زیادہ دکھ اٹھاتا ہے۔ تاہم یہ ایک امر واقعہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سوا اور کسی مذہب کا نام مسلم نہیں۔ ہندوستان کا قدیم مذہب ہندو دھرم ہے، ایران کا زرتشی اور پارسی، چین، جاپان، تبت وغیرہ کا غالب مذہب بُدھ ہے اور دنیا کا ایک بڑا مذہب مسیحی کہلاتا ہے۔ مذاہب عالم میں سے ہر مذہب کو یہ دعٰوے ہے کہ صرف اسی کا مذہب سچا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی اصل اور بناء خود خداوند عالم نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہو۔ اس کی وجہ مذاہب عالم کے عقائد اور اختلاف خیالات ہے۔ تمام مذاہب کے اصول باہم اس قدر مختلف ہیں کہ ان کا سرچشمہ اور منبع ایک قرار دینا محال ہے گو امر واقع میں سچ یہی کیوں نہ ہو۔ سردست ہماری بحث صرف مذاہب کے نام پر ہے۔

ہندو دھرم

ہمارے ملک میں ایک مذہب ہندو دھرم کہلاتا ہے اور ہزاروں برس سے وہ اسی نام سے مشہور ہے۔ گذشتہ ایک سو سال سے ان میں یہ بحث چل رہی ہے کہ وہ قوم جو ویدوں کو خدا کا کلام یا گیان مانتی اور دنیا کی تمام دوسری کتب مقدسہ پر انہیں ترجیح دیتی ہندوستان میں رہتی اپنا ایک خاص کلچر اور تمدن رکھتی اور ہزاروں سال کی غلامی کے بعد آج بڑے دعٰوے کے ساتھ یہ اعلان کر رہی ہے :۔

یونان و مصر وروما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تو مگر ہے باقی نام ونشاں ہمارا

یعنی یونان اور مصر اور روم کی پرانی تہذیب کلچر اور زبردست جنگی طاقتیں جنھوں نے کبھی ساری دنیا کو زیر نگین کر لیا تھا دنیا سے نیست ونابود ہو گئیں، لیکن ہندو قوم اور اس

کا کلچر اور تہذیب دُنیا میں ابھی تک باقی ہے۔ یہاں غیر ملکیوں نے باری باری آکر حکومت کی اور یہاں کی تہذیب اور تمدن کو برباد کرنے کی کوشش کی لیکن آج ہزار سال کی غلامی کے بعد بھی ہندو مذہب اور کلچر موجود ہے اور بلند بانگ دعٰوے کے جواب میں اگر یہ پوچھا جائے کہ ہندو تہذیب، کلچر اور تمدن ہے کیا چیز؟ ذات پات کی تفریق برہمنوں چھتریوں ویشوں اور شودروں کے الگ الگ دھرم اور فرائض، بُتوں اور بزرگوں کی پوجا، لاکھوں کروڑوں دیوتاؤں اور خداؤں کی پرستش اور اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یگیہ اور قربانیاں پیش کرنا، تو یہ خیالات گذشتہ صدی سے ہچکولے کھارہے ہیں اور تعلیم یافتہ ہندو نہ ذات پات کو مانتے ہیں، نہ بزرگوں، بتوں اور دیوتاؤں کو یگیہ سے خوش کرتے ہیں۔

اس وقت سوال صرف یہ ہے کہ اس مذہب اور دھرم کا آخر نام کیاہے، جس کے متعلق یہ بلند ہانگ دعاوی کئے جارہے ہیں۔ آریہ سماجی کہتے ہیں اور سچ ہی تو کہتے ہیں کہ ہمارا نام ہندو، ویدوں میں اور مستند شاستروں میں کہیں موجود نہیں۔ ہندو کے معنی دراصل غلام اور چور وغیرہ ہیں، یہ نام ہمارا دشمنوں یا ایرانیوں نے رکھاہے، دراصل یہ ایک گالی ہے جسے ہندوؤں کی پست ذہنیت نے قبول کرلیاہے۔ سوامی دیانند بانئ آریہ سماج اور پنڈت لیکھرام وغیرہ نے ہندو نام کے خلاف بڑے غیظ وغضب کا اظہار کیاہے اور اس بات پر زور دیاہے کہ ہمیں ہندو کہلانا چھوڑ کر آریہ کہلانا چاہئے۔ دیکھو پنڈت جی کا رسالہ 'لفظ ہندو کی تحقیقات' اور 'کلیاتِ آریہ مسافر'۔

اب ہمیں کسی کو ہندو کہہ کر اس کی ہتک اور تحقیر نہ کرنی چاہئے۔ پرانے خیال کے ہندوؤں نے اس کی اصلاح یوں کی کہ سناتن دھرمی کہلانے لگے۔ سناتن کے معنی ہیں ''قدیم اور پرانا''۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ نام کسی مذہب کا اس وقت رکھا جاسکتا ہے جب وہ پرانا ہوچکا ہو۔ یعنی یہ نام اس وقت کا نہیں ہوسکتا جب اس مذہب داغ بیل پڑی اور وہ ایک قوم

کا دھرم قرار پایا۔ نیز یہ نام بھی اس دھرم کا ویدوں میں کہیں نہیں آیا۔

ویدوں میں اگر ہندو نام کسی مذہب کا نہیں آیا تو سناتن دھرم بھی نہیں آیا۔اب رہا اس قوم کا آریہ نام۔ یہ ظاہر ہے کہ آریہ ایک قوم کا نام ہے نہ کہ مذہب کا، اور اس آریہ قوم میں انگریز، جرمن، ڈچ، سکنڈینیوین وغیرہ سبھی قومیں شامل ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آریہ دھرم کی اصطلاح بھی وید میں کہیں نہیں۔ آریہ کے معنی مستند لغت کی بناء پر آقا اور مالک کے ہیں۔ یا آقا اور مالک کی اولاد (نرُکت)۔ پس آریہ اپنے معنوں کے لحاظ سے بھی کسی مذہب کا نام نہیں ہو سکتا۔ایک حکمران قوم کا ہو سکتا ہے جو ایک نسبتی نام ہے، نہ دھرم اور مذہب کا۔ ہندو نام اگر اس لئے ترک کر دینے کے قابل ہے کہ وہ وید میں نہیں تو آریہ بھی ویدوں میں کسی مذہب کا نام نہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ آریہ چونکہ شریف اور حکمران کا نام ہے اس لئے یہ ہندو نام کی نسبت قابل ترجیح ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے وید کو پڑھا ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ آریہ کے معنی ہرگز شریف نہیں اس لئے کہ وید کے بیسیوں منتروں میں رشی لوگ جس طرح چوروں اور ڈاکوؤں سے پناہ مانگتے تھے اسی طرح آریوں سے بھی بچنے اور بچانے کی دعائیں کرتے تھے۔ مثلاً رگوید میں لکھا ہے۔

"اے بہادر اندر، ان دونو داس اور آریہ دشمنوں کو مار جیسے بن کو تیز کلہاڑے سے (کاٹتے ہیں)" —— رگوید منڈل 6 سوکت 33 منتر 3۔

"اے بہتوں سے تعریف کئے ہوئے، جو آریہ یا داس ہمیں جنگ میں للکارتا ہے ہم سے وہ اچھی طرح دبائے جائیں، تیری مدد سے ہم ان دشمنوں کو جنگ میں ماریں۔"—— رگوید منڈل 10 سوکت 38 منتر 3۔

"اے بہادروں کے مالک، ان دشمنوں کو آریوں اور داسوں کو ہم ماریں۔"——

رگوید منڈل 6 سوکت 6 منتر 6۔

ان منتروں پر ادنٰی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کے رشی، آریوں کو اپنے ایسے ہی دشمن سمجھتے تھے جیسے داس اور دسیو چوروں اور ڈاکوؤں کو۔ اگر آریہ کے معنی شریف اور نیک انسان ہوتے تو وید انہیں مار ڈالنے کی دعائیں کیوں سکھاتے۔ ان دو دلائل سے، ایک تو اس لئے کہ وید میں اس قوم کے دھرم اور مذہب کا کوئی نام نہیں بتایا، اور دوسرے ہندو اور آریہ دونوں الفاظ کے معنی نیک اور دھرماتما لوگوں کے نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دریاء سندھو (سندھ) کے کنارے بسنے والی قوم کا نام سندھو اور ایک خاص نسل کا نام آریہ تھا۔ ان دونوں ناموں کے ساتھ دھرم کا لفظ ویدوں میں استعمال نہیں ہوا۔

مذہب یہود

ہندوؤں کی طرح یہودی بھی ایک مذہب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کی بناء حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر ہے مگر یہود کو حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹے یہوواہ (Judah) نام کے ساتھ نسبت ہے۔ ان کا الہامی نام یہودی نہیں بلکہ یہ قوم کے لحاظ سے حضرت یعقوب سے منسوب ہیں اور بالعموم اسرائیلی کہلاتے ہیں۔ حضرت یعقوب پر کوئی شریعت نازل نہیں ہوئی اس لئے اسرائیلی ایک خاندانی نام ہے، کسی مذہب کا نام نہیں۔ یہودی اور جیو (Jew) نام چونکہ بہت بدنام ہو چکا ہے اس لئے اب یہود اسرائیلی ہی کہلاتے ہیں جو کسی مذہب اور دین کا نام نہیں بلکہ نسبی اور قومی لقب ہے۔ اسلئے اس مذہب کا نام بھی جو بائیبل میں خدا نے رکھا ہو یا رکھنے کا حکم دیا ہو کوئی نہیں۔

بُدھ مذہب

علی ہذا القیاس بدھ بھی ایک دھرم یا مذہب ہے مگر بدھ کی تعلیمات میں کہیں نہیں لکھا کہ

اس کے پیروؤں کو بدھ کہلانا چاہئے یا یہ کہ ان کے دھرم کا نام بدھ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گوتم بدھ سے پہلے بھی شروع دنیا سے کئی ایسے شخص ہو چکے ہیں جن کو بدھ کا خطاب دیا گیا۔ ان کا ذکر بدھ نے خود کیا ہے۔ اگر گوتم بدھ سے پہلے ان کے پیرو بدھ نہیں کہلائے تو گوتم بدھ کے نام لیواؤں کا بدھ کہلانا کس سند کی بناء پر درست ہو سکتا ہے۔ پس یہ بھی ایک فرضی نام ہے کہ جو گوتم بدھ کو مانے وہ بدھ سمجھا جائے یا بدھ نام سے پکارا جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار مشکل ہے کہ اسرائیلی حضرت یعقوب کی وجہ سے اسرائیلی کہلاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسرائیل کا خطاب دیا تھا اور یہ ایک مذہب کا خود تجویز کردہ نام ہے۔ بدھ کے پیرو بدھست (Buddhist) یا بودھ کہلاتے ہیں۔ زرتشت پیغمبر ایران کے ماننے والے زرتشتی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ہندو اپنے ملک اور بود و باش کے لحاظ سے ہندو کہلاتے ہیں۔

پیروان مسیح کا نام کیا ہے؟

سب سے عجیب تر معمہ پیروانِ مسیح کا نام ہے۔ اول تو ہر مذہب جس نام سے پکارا جاتا ہے تمام ملکوں اور زبانوں میں وہی نام لکھا جاتا ہے۔ ہندو، فارسی، انگریزی، اردو وغیرہ زبانوں میں ہندو ہی لکھا جائے گا۔ بدھ ہر زبان میں بدھ ہی رہے گا۔ زرتشی ہر زبان میں زرتشی ہی رہے گا سوائے اس کے کہ کسی زبان میں قواعد زبان کی بناء پر ایک دو حرف بدل جائیں۔ مگر پیروانِ مسیح کا نام قریباً ہر ملک میں جدا جدا ہے، مثلاً کرسچین، کھرَیشٹی، ٹبرسیٹن، مسیحی، عیسائی، یسوعی، جیسوئٹ، نصاریٰ وغیرہ وغیرہ بیسویں متفرق ناموں سے اپنے آپ کو موسوم کرتے ہیں۔ ان کا اصل نام واقعی ایک معمہ ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام کا ذاتی نام یسوع تھا۔ اس کے ساتھ کرائسٹ (Christ) کا اضافہ ان کے واقعہ صلیب کے

عرصہ دراز کے بعد ہوا۔ جناب مسیح کے نام کے متعلق متی کی روایت یُوں ہے:

"تو (یوسف، شوہر مریم) اس کا نام یسوع رکھے گا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔" (متی، 1:21)

لوقا کی انجیل میں اس کے خلاف یہ ذکر ہے کہ فرشتہ یوسف (باپ) کے پاس نہیں بلکہ ماں (مریم) کے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا:

"اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھے گا۔" (لوقا، 1:31)

متی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ اپنے ہونے والے بیٹے کا نام یسوع رکھے گا۔ لوقا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ماں اس کا نام یسوع رکھے گی۔ بہر حال خدا نے اس کا نام یسوع نہیں رکھا یا رکھنے کا حکم نہیں دیا۔ اختلافِ روایت کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کا ذاتی اور فرشتہ کا بتایا ہوا نام یسوع تھا۔ اس بنا پر مذہب کا نام یسوعی اور قوم کا نام یسوعین ہونا چاہیئے تھا۔ بخلاف اس کے یہ لوگ کرسچین وغیرہ کئی ناموں سے موسوم ہیں۔ کرائسٹ (Christ) حضرت مسیح کی مادری زبان کا لفظ نہیں۔ یہ ایک یونانی زبان کا لفظ کرسٹوس ہے جو کہا جاتا ہے کہ لفظ مسیح کا مترادف ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ جناب مسیح کے پیروان کی زندگی میں جب کبھی ضرورت پیش آتی ہوگی اپنے استاد کا نام ضرور لیتے ہوں گے لیکن ان کے نام پر کرسچین یا کرسٹیانوس ہر گز نہ کہلاتے ہوں گے کیونکہ یہ نام ان کی زندگی میں استعمال نہیں ہوا، اور نہ وہ عمر بھر کرائسٹ کہلائے۔ ان کا ذاتی نام یشوع تھا، اس کا تلفظ عبرانی اور رامی زبان میں یشوع یا یوشوعا ہے۔ اس نام کے کئی ایک لوگ جناب مسیح سے پیشتر بھی ہو چکے ہیں چنانچہ حضرت موسےؑ کے مقرر کردہ جرنل یوشع

بن نون کو یہی نام عطا کیا گیا تھا اور ان کا یہ نام فاتح کنعان ہونے کی وجہ سے اسم بمسمیٰ تھا، یعنی آزادی دلانے والا جس کی دانشمندی اور روحانی قوت دونوں نے مل کر بنی اسرائیل جیسی پست ہمت غلام قوم کو مغلوبیت سے اٹھا کر غالب اور فاتح بنا دیا۔

اسی طرح جناب یسوع کا دوسرا نام مسیح تھا جو غالباً آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا مگر حضرت کو عمر بھر یہ نام ظاہر کرنے کی ہمت نہیں پڑی کیونکہ یہود کی مخالفت بیحد تھی اور آپ پر ایمان لانے والے بہت کمزور تھے۔ چنانچہ جب آپ کے شاگردوں میں سے ایک نے بڑی جرأت دکھائی کہ ایک خفیہ محفل میں آپ کے سامنے آپ کو مسیح کہہ دیا تو جنابِ مسیح نے اسے خفیہ اور پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی (اور یہ واقعہ جناب مسیح کی عمر کے آخری سال کا ہے):

”اور یوں ہوا کہ جب وہ تنہا دعا مانگتا تھا شاگرد اس کے ساتھ تھے۔ اس نے ان سے پوچھا لوگ مجھے کیا کہتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا، اور بعض الیاس، اور دوسرے کہ ایک اگلے نبیوں میں سے پھر اٹھا ہے۔ تب اس نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح۔ اس نے ان سے تاکید کی کہ یہ کسی سے نہ کہو اور کہا ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دکھ سہے“۔ (لوقا، 22–9:18)

یسوع کو مسیح کہنے والا بھی صرف پطرس تھا جس کے متعلق مسیح نے خود فرمایا: ”دور ہو شیطان تو میرے لئے ٹھوکر کا پتھر ہے“ (متی، 16:23)۔ جب خود حضرت مسیحؑ کو مسیح کہتے ہوئے فتنہ اور فساد کا ڈر تھا اور وہ اسے خفیہ رکھنے کی تاکید کرتے تھے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ شاگرد ان کی زندگی میں مسیحی کہلاتے۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں یہ لوگ ایک دوسرے کو بھائی، مومن، منتخب، شاگرد، حواری، دوست، (Ebonites) غریب لوگ،

اور نذر کٹے ہوئے یا نصاریٰ کہتے تھے۔ اگر نہیں کہلاتے تھے تو کرسچین نہیں کہلاتے تھے اور نہ مسیحی کہلاتے تھے۔ خدا نے مسیح کو یشوع نام دیا تھا اور ماں باپ نے یہی نام رکھا تھا۔ مسیح کہلانے اور مسیح نام رکھنے سے انہوں نے خود تاکیداً منع کر دیا تھا۔ چنانچہ سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے:۔

> "According to the same [Luke's] Gospel, he does not himself lay claim to the name Christ till later (9:20) and even then wishes it to be keep secret, and further that, according to the same author (Acts 11:26) the name 'Christian' did not arise till a considerable time after his death." (*Encyclopaedia Biblica*, under 'Christian, Name of')

> "یعنی انجیل لوقا کی روسے حضرت مسیح نے بعد تک نام مسیح کا دعوےٰ نہیں کیا اور اس وقت بھی انہوں نے اسے خفیہ رکھنے کی تاکید کی۔ اس سے بڑھ کر، اسی مصنف کی روسے کرسچین نام جناب مسیح کی وفات سے عرصہ بعد تک نہیں رکھا گیا۔"

اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ کرائسٹ نام اس وقت تجویز ہوا جب عیسائیوں کو مشرکین کے ساتھ خلا ملا کا اتفاق ہوا اور قوی احتمال یہ ہے کہ پہلے پہل یہ نام پیروانِ مسیح کا مشرکین کی طرف سے تجویز ہوا۔ کیونکہ یہ نام یہود کی طرف سے تو ہو نہیں سکتا تھا، وہ تو آج تک اس کی آمد کے منتظر ہیں۔ وہ واقعہ کتاب اعمال میں یوں درج ہے:۔

> "اور ایسا ہوا کہ کامل ایک برس تک کلیسا میں شامل ہوا کرتے اور بہت لوگوں کو سکھایا کرتے تھے اور پہلے انطاکیہ میں ہی شاگرد کرسچین کہلائے۔" (اعمال، **<u>11</u>**:26)

اناجیل کے مشرقی زبانوں میں ترجمہ میں کیا گیا ہے " پہلے پہل شاگرد انطاکیہ میں ہی

مسیحی کہلائے۔" کرسچین کہلائے یا مسیحی کہلائے۔ یہ ترجمہ کرنے والوں کی عقلمندی اور علمی قابلیت کا کرشمہ ہے کہ انہوں نے مسیحی کا ترجمہ کرسچین یا کرسچین کا ترجمہ مسیحی کردیا حالانکہ کسی نام (اسم معرفہ) کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں نہیں کیا جاتا۔ کرسٹیان (یونانی: کرسٹیانوس) اگراسم معرفہ ہے تو اس کا ترجمہ مسیحی کیوں کیا گیا؟ انطاکیہ کا واقعہ 43 سال بعد مسیح کا ہے اگر اسے صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو 150ء تک تاریخ میں یہ نام کسی مؤرخ نے استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ قدیم مورخین کلیمنٹ اوف روم، برنباس، ہرمس وغیرہ کی تصانیف میں یہ نام بالکل نہیں ملتا۔ اس کے بعد جسٹن مارٹر وغیرہ کی تحریرات میں ملتا ہے۔ انطاکیہ کا فیصلہ اگر اجتماعی فیصلہ تھا تو ڈیڑھ سو برس تک اس پر عمل کیوں نہ ہوا۔ اور مشرقی ممالک کے مسیحی اپنے آپ کو نصاریٰ کیوں لکھتے رہے؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسیح نے آخر واقعہ صلیب تک از روئے اناجیل اپنے دعوے مسیحیت کو چھپائے رکھا اور تاکیداً منع کیا کہ یہ خطاب عوام میں ان کے متعلق نہ بولا جائے۔ آپ کے بعد 43 سال تک کسی کو نہ سوجھا کہ مسیح کے ماننے والوں کا کوئی نام بھی ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کے بعد 150ء تک کسی مصنف نے اس قوم اور مذہب کو کرسچین نہیں لکھا۔ انطاکیہ میں پہلے پہل کرسچین نام رکھا جانے کا قیاس محض اس اس بناء پر ہے کہ اس وقت غیر یہودی جماعت مسیح کے ماننے والوں کی قائم ہوئی تو ان کا کوئی نام ضرور رکھا ہوگا اور وہ نام کرسچین ہی ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ اس قیاس پر یقین کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی اور مشرقی عیسائیوں کا اپنے آپ کو ہمیشہ نصاریٰ لکھنا اس قیاس کو بالکل غلط قرار دیتا ہے۔

از روئے اناجیل ناصرۃ یا ناصرہ (Nazareth) جو علاقہ جلیل (Galilee) کا شہر ہے اور یوسف و مریم کا اپنا وطن بتا گیا ہے، بپتسمہ پانے سے پہلے آپ وہیں رہتے تھے۔ (متی **4**:13 اور **21**:11 ،مرقس **1**:9 ، لوقا **1**:26، **2**:4، **2**:39، **2**:51، اور **4**:16،

یوحنا 1:46 ، اعمال 10:38)۔ یہ بھی لکھاہے کہ اس کی بناء پر عیسائی نصاریٰ (Nazarenes) کہلائے (اعمال 24:5 اور اسکی تفاسیر)۔ عجیب بات یہ ہے کہ صدر عیسائیت کے 300 برس تک اس میں کوئی عیسائی نہیں ہوا۔ اور یہ ایک خالص یہودی آبادی رہی۔ مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کی صلیبی جنگوں کے زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف اسے عیسائیوں میں جوش اور غیرت کا آلہ بنایا گیااور اس کی اہمیت پیدا ہو گئی۔ مگر یہ بات مشکوک ہے کہ آیا یہ وہی شہر ناصرۃ ہے جو یسوع کا مولد کہلاتاہے یاوہ اس موجودہ شہر سے جانب جنوب جبل کفسیہ(Jebel Kafsy) کے دامن میں کوئی اور شہر تھا۔ آیا فی الحقیقت ناصرۃ کوئی شہر تھایااس کا کوئی وجود بھی تھا؟خود انجیل کے دو حوالے اس کے متعلق شکوک پیدا کرتے ہیں۔ متی 2:23 میں ہے کہ:

"یوسف یسوع کی ماں کو لے کر جلیل کی اطراف میں روانہ ہوااور ایک شہر جس کانام ناصرہ تھا جاکے رہاتاکہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔"

متی کا یہ حوالہ سراسر غلط ہے۔ کسی کتاب میں نبیوں نے نہیں کہا کہ آنے والا نبی ناصری کہلائے گا۔اس کے متعلق جو حوالہ قاضیون کی کتاب اور سموئیل اول، 1:11، کا دیا گیاہے اس میں تو یہ ذکر ہے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کیلئے نذر مانتے اور اپنے بچوں کے سر پر اُسترا نہیں پھیرتے تھےاور یوحنا 1:46 میں صرف یہ لکھاہے کہ:۔

"ناصرۃ سے کوئی اچھی چیز نہیں نکل سکتی۔"

یہ ایک اہم اور لاینحل معمہ ہے کہ جناب مسیح کی جائے پیدائش ناصرہ تھی یا بیت اللحم(Bethlehem)۔ اگروہ واقعی ناصرہ میں پیدا ہوئے تھے تو یہ کہنا کہ ان کا باپ جلیل

کے اطراف یا جلیل نامی شہر میں جارہا تاکہ وہ ناصری کہلائے تو بیت اللحم میں پیدا ہونا غلط ہوا۔ اور اگر بیت اللحم میں پیدا ہوئے تھے تو ناصری کہلانے کے لئے ناصرہ میں جا آباد ہوئے غلط ہو گیا کوئی شخص دو مختلف مقامات پر پیدا نہیں ہو سکتا۔

متی 1:18–25 میں مسیح کی جائے پیدائش کا کوئی ذکر نہیں، نہ مرقس اور یوحنا نے ان کی جائے پیدائش ہمیں بتائی ہے سوائے اس کے کہ ان کا بچپن اور نوعمری ناصرہ میں گذری۔

یہ سوال کہ ناصرہ مسیح کا کوئی آبائی وطن کیوں بتایا گیا؟ ایک لاجواب سوال ہے۔ متی کا صرف یہ کہدینا کہ یسوع مسیح کے باپ یوسف کا حاکم سے ڈر کر کہ وہ بچہ کو مار نہ دے ناصرہ میں جارہنا، ناصرہ کو مسیح کا آبائی وطن نہیں بنادیتا۔ دوسری طرف یہ سوال کہ یوسف اور مریم دونوں ناصرہ سے سفر کرکے بیت اللحم اس لئے چلے گئے کہ پیدا ہونے والا وہاں پیدا ہو اور انبیاء کی پیشگوئی پوری ہو کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہو گا، یہ بھی غلط ہے کیونکہ لوقا یہ بتاتا ہے کہ وہ مردم شماری میں نام لکھوانے گئے تھے۔ تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مردم شماری یا تو پیدائش مسیح سے آٹھ برس پہلے ہو چکی تھی یا چھ برس بعد ولادت ہوئی تھی، تو چھ سال پہلے ہی مردم شماری کی انتظار میں جا بیٹھنا کیونکر ممکن ہے۔

جناب مسیح ناصری اور جماعت کے نصاریٰ کہلانے کی وجہ

مسیحی تحریرات میں بالعموم حضرت کا نام مبارک یسوع مسیح یا انگریزی میں جیسیس کرائسٹ (Jesus Christ) لکھا جاتا ہے گویا یسوع نام کو آپ کے مسیح نام پر تقدم حاصل ہے۔ یعنی یسوع اور جیسیس پہلے، مسیح و کرائسٹ بعد میں آتا ہے اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ آپ کا نام جو والدین نے رکھا یا فرشتہ نے بتایا وہ صرف یشوع تھا۔ یہی نام مسیحی مذہب کی بناء اور اساس ہے۔ آپ نسب کے اعتبار سے یہودی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والدین

مال ودولت اور شہرت کے لحاظ سے غریب تھے۔ عنفوان شباب میں آپ اپنے والدین کے گھر میں نجاری (بڑھئی) کاکام کرتے تھے۔ چنانہ انجیل متی 13:54–55 سے معلوم ہوتاہے کہ جب آپ اپنے آبائی وطن[1] تشریف لے گئے لوگوں نے کہا: ''کیا یہ نجار کا بیٹا نہیں؟'' گویااپنے شہر میں وہ یوسف نجار کا بیٹا کہلاتے تھے اوراسی کی تائید لوقا 4:22 سے ہوتی ہے۔البتہ مرقس 6:3 کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔ ''کیا یہ مریم کا بیٹا نجار نہیں اوریعقوب۔یوسیس اور یہوداہ وشمعون کا بھائی نہیں کیااسکی بہنیں ہمارے پاس نہیں یہاں نہیں ہیں۔''

عجیب بات یہ ہے کہ عبرانی میں بَرّنجار ہے یعنی بیٹا نجار جس کے معنی ہیں ''نجار یابڑھئی''۔ اس لحاظ سے یشوع خود نجار تھے۔ عبرانی زبان میں نصراور نسر دونوں ہم معنی مادے ہیں۔ جلیل کے علاقہ میں ناصرہ یانصر ایک شہر تھا۔ناسرہ اور نسر بھی لکھتے تھے۔آرامی زبان میں اس کا تلفظ نیسر اور عبرانی میں ناشر کے معنی لکڑی چیرناہیں اور 'ماشور' آرہ کو کہتے ہیں۔ پس یسوع ناصری سے مراد یسوع نجار ہیں۔ جناب مسیح کے ہم وطن یہودی بھی تو انہیں یہی کہتے تھے کہ ایک بڑھئی ، محض بڑھئی، ہم میں سے ایک۔ ''اعمال'' کے مؤلف سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ یہودی لوگ اس نئے مذہب کوبخرینی یانجاروں کا مذہب کہتے تھے(اعمال 24:5)۔ قدیم مؤرخ ٹرٹولین نے اس کی تائید کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہودی لوگ دن میں تین مرتبہ نمازوں میں اسی نام پرلعنت بھیجتے تھے(سائیکلوپیڈیا ببلیکا، صفحہ 754)۔ اس کے بعد یہ دیکھا گیاکہ وہ جوان ہوکرلوگوں کے

[1] آبائی وطن میں نے اس لئے لکھاکہ اصل یونانی لفظ patris ہے جس کے لفظی معنی باپ کی سرزمین یاوطن ہیں۔انگریزی اوردوسرے تراجم انجیل میں اپنے وطن (his own country) ترجمہ کیاگیاہے اور بعض تراجم میں اپنے شہر ترجمہ کیاگیا ہے۔

معلم بن گئے۔ بہت سے شاگرد بنائے اور وعظ کہنے لگے۔ لیکن عوام میں ان کی مخالفت زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ شاگرد بھی ان کا نام لینے سے ڈرنے لگے۔ استاد کا نام لینے پر انہیں مارا پیٹا جاتا اور کوڑے لگائے جاتے۔ نہ صرف یہ کہ وہ مسیح نہیں کہلا سکتے بلکہ ان کا ذاتی نام یسوع لینے کی بھی ممانعت تھی۔ یہ نفرت اور مخالفت نہ صرف ان کے عہدہ اور منصب کی تھی بلکہ خود ان کا ذاتی نام لینے کی بھی تھی۔ چنانچہ متی، مرقس، لوقا، یوحنا، کتاب اعمال حوارین اور ان کے خطوط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ جناب مسیح نے اپنا تبلیغی مشن روانہ کرتے وقت فرمایا:۔

”دیکھو میں تمہیں بھیڑوں کی طرح بھیڑیوں کے بیچ بھیجتا ہوں۔ پس تم سانپوں کی طرح ہوشیار اور کبوتروں کی مانند بھولے بنو۔ مگر آدمیوں سے خبردار ہو کہ وہ تمہیں کچہریوں میں حوالہ کریں گے اور اپنے عبادت خانوں میں کوڑے ماریں گے اور تم میرے نام سے حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کئے جاؤگے۔“

(متی **10**:16–18، نیز دیکھیں متی **23**:34، **24**:9، مرقس**13**:9–13، لوقا **21**:12، یوحنا **15**:20اور**16**:2)

چنانچہ جناب مسیح کے بعد بھی شاگردوں پر یہی تشدد جاری رہا کہ غریب حواری آپ کے نام پر مسیحی اور کرسچئن کہلانا تو کجا اپنے استاد کا نام بھی نہیں لے سکتے تھے۔ دیکھو اعمال **4**:18، **5**:40، قرنتیوں دوم**11**:24–25، پطرس اول**4**:16،اور مکاشفات**2**:10–13

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورہ بالا متفقہ حوالہ جات کے خلاف مرقس**9**:37–41 کا حوالہ قابل قبول نہیں، یہ کسی ابتدائی زمانہ کے انجیل پڑھنے والے کے حاشیہ کا نوٹ ہے

جو متن میں شامل ہو گیا ہے۔(سائیکلو پیڈیا بلیکا صفحہ 753)

فاضل ایڈیٹر مذکور نے اس پر یہ بھی لکھا ہے:

"The plain fact is that they did not need it." (p. 753)

"حواریوں کو اس وقت اپنا نام رکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔" (صفحہ 753)

پس جناب مسیحؑ کے مذہب کا نام نہ تو نصاریٰ تھا، نہ کرسچین اور مسیحی۔ نجرانی جس طرح یہودیوں یعنی مسیحؑ کے دشمنوں کا رکھا ہوا اور حقارت کا نام تھا اسی طرح کرسچین بھی مشرکین کا تجویز کردہ نام تھا، چنانچہ سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے:

"In fact, it is probable enough that the name came from the heathens themselves in the first instance. With such a view of its origin, Acts 11:26 fits in very well." (p. 753)

"درحقیقت یہ کافی ممکن ہے کہ اس نام کو سب سے پہلے مشرکین نے استعمال کرنا شروع کیا ہو۔ اگر اس کی ابتدا اس طرح ہوئی، تو اعمال **11**:26 کی اس سے مطابقت بنتی ہے۔" (صفحہ 753)

کتنی عجیب بات ہے کہ ہندوؤں نے اپنے دشمنوں کا دیا ہوا نام قبول کر لیا تو مسیح کے پیروؤں نے اپنے مخالفوں اور جانی دشمنوں کا رکھا نام بخوشی منظور کر لیا۔

('روحِ اسلام'، جنوری 1956، صفحات 56–52، فروری 1956، صفحات 57–49)

www.abdulhaq.info/articles/islam